احکام وتصرفات رسول ﷺ کی تقسیم وشرعی حیثیت

(اصولیین وفقہاء کی آراء کا جائزہ)

حافظ محمد نعیم*

افعال رسولؐ کی تقسیم اور اصولیین:

علماء اصولیین اور فقہاء کے ہاں نبی کریم ﷺ کی مختلف حیثیتوں، کے مختلف احکام وتصرفات اور ان کی دلالت کے ضمن میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ آپؐ نے ایک طرف اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے تبیین آیات کا فریضہ سرانجام دیا تو دوسری طرف مستقل شارع ومقنن ہونے کی حیثیت سے حلال وحرام کی وضاحت بھی فرمائی اور فتاوی بھی جاری کیے۔ علاوہ ازیں حضور نے بطور سربراہ ریاست وامام وحکمران بھی ذمہ داریاں سرانجام دیں اور بطور قاضی لوگوں کے باہمی جھگڑوں اور معاملات میں فیصلہ بھی فرمایا، ایک سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے میدان جنگ میں قیادت وسیادت بھی فرمائی اور یہ تمام ذمہ داریاں بشری اور جبلی تقاضوں کی موجودگی میں ادا فرمائیں یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی حیثیت نبویؐ اور حیثیت شخصی کے حوالے سے بہت کلام کیا گیا ہے اور علماء اصولیین اور فقہاء نے حضورؐ کے احکام وتصرفات میں تمیز کرتے ہوئے ان کی دلالت کے حوالے سے اپنی اپنی رائے قائم کی اور اس کے دلائل بیان کیے نیز نبی کریم ﷺ کے تمام افعال واقوال اور ان کی تشریعی حیثیت کے تعین میں ماہیت کے اعتبار سے سنت کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ اصولیین نے افعال نبویؐ کی تقسیم کچھ یوں کی ہے۔

(۱) حضورؐ کے ایسے افعال جو کہ بشری تقاضے تھے۔ جیسے سر کو ہلانا، جنبش دینا اور پلکوں کا جھپکنا وغیرہ۔

(۲) جبلی اور فطری عادات جیسے کھڑا ہونا، بیٹھنا اور سونے کی عادت وغیرہ۔

(۳) ایسی عادت جس کا آپؐ نے بطور خاص اہتمام فرمایا اور اس اہتمام پر عادت سے زیادہ شریعت کا غلبہ نظر آئے۔

(۴) افعال کی ایک قسم وہ ہے جو آپؐ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہونا، چار سے زائد شادیاں کرنا اور مسلسل نفلی روزہ رکھنا وغیرہ۔ علاوہ ازیں کچھ عبادات جو صرف آپؐ پر واجب ہیں جیسے نماز تہجد اور چاشت کی نماز وغیرہ۔

(۵) حقوق وعقوبات وغیرہ کے سلسلہ میں آپؐ کا کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمانا اور فریقین کے درمیان تصفیہ کرنا

(۶) حضورؐ کے ایسے افعال جو قرآن وسنت میں وارد کسی اجمال کی تفصیل ہوں اور عملی طور پر نفاذ کا درجہ رکھتے ہوں۔

(۷) آپؐ کا کوئی ایسا قول جو مستقل اور الگ حیثیت رکھتا ہو قرآن وحدیث کی تبیین نہ ہو اور آپؐ کے اس قول میں قرب الٰہی کے ظاہر ہونے یا نہ ہونے کا احتمال بھی پایا جا سکتا ہے۔(۱)

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مندرجہ بالا تقسیم سے آپؐ کے مختلف اقوال وافعال اور حیثیتوں کی وضاحت ہوتی ہے ذیل میں شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ میں افعال نبوی ﷺ کی تقسیم پیش کی جاتی ہے جس سے صورت حال مزید واضح ہو جائے گی شاہ صاحب کی تقسیم کا خلاصہ اور مرتب انداز میں بیان سید سلیمان ندوی نے سیرت النبی میں پیش کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

(۱) آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا تعلق پیغمبرانہ فرائض، تبلیغ رسالت اور مہمات امور دین سے ہے یہ تمام باتیں براہ راست وحی و تعلیم سے ماخوذ ہیں دوسری وہ جو عام انسانی باتیں ہیں اور ان کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً: کسی جزوی یا عارضی مصلحت کی بناء پر کوئی حکم جیسے حج میں آپؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ قریش کے سامنے اکڑ کر سعی کریں تاکہ قریش یہ نہ سمجھیں کہ مدینہ کی آب وہوا نے ان کو کمزور کر دیا ہے۔

(۲) وہ امور جن کو دین ورسالت سے براہ راست کوئی تعلق نہیں بلکہ زمانے کے حالات کے ساتھ ساتھ وہ بدلتے رہتے ہیں مثلاً جنگ کا طریق، ہتھیار کے اقسام اور حکومت کے صیغوں کی ترتیب وغیرہ۔

(۳) وہ امور جن کو آپ اپنی شخصی، قومی یا ملکی عادت کے مطابق کرتے تھے، جن کو دین ورسالت سے کوئی واسطہ نہیں مثلاً وضع ولباس، فرش پر نشست، کمل اوڑھنا، دسترخوان اور چمچوں کا عدم استعمال، عمامہ باندھنا، تہبند باندھنا اور اونٹ پر سوار ہونا وغیرہ۔

(۴) وہ امور جو عرب میں بطور قصہ کے مشہور تھے اور آپؐ نے بھی ان کو اسی طرح تفنن طبع کے لیے یا کسی اخلاقی نتیجہ کی خاطر بیان فرمایا، مثلاً ام زرع اور اس کی نو سہیلیوں کی کہانی، خرافہ کی داستان، بنی اسرائیل کی بعض حکایتیں۔

(۵) عربوں کے بعض تجربی مسلمات اور علاج ومعالجہ کی بعض باتیں۔

(۶) زراعت وغیرہ کے متعلق بعض ذاتی رائیں مثلاً مدینہ میں قاعدہ تھا کہ فصل کے موقع پر نر چھوہاروں کے پھول مادہ چھوہاروں کے درختوں میں ڈالے جاتے تھے آپؐ نے یہ طریقہ دیکھا تو اس کو محض رسمی بات سمجھ کر فرمایا کہ اگر ایسا نہ کیا کرو تو کیا ہو۔ مدینہ والوں نے آپؐ کے اس ہلکے سے اشارہ کو حکم کے طور پر مانا اور اس سال یہ ترکیب چھوڑ دی، نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال پیداوار کم ہوگئی، لوگوں نے آ کر عرض کی۔ فرمایا میں نے ایسا خیال کیا تھا۔ **انتم اعلم بامور دنیا کم** تم اپنے دنیاوی کاروبار اور معاملات سے زیادہ واقف ہو۔ یہ امور تغیر اور ردوبدل کے قابل ہو سکتے ہیں۔(۲)

علاوہ ازیں بعض حضرات نے افعال نبویؐ کو

(۱) الفعل الجبلی (۲) الفعل العادی

(۳) الفعل فی الأمور الدنیویة (۴) الفعل الخارق للعادة (المعجزات)

(۵) الخصائص النبویة (۶) الفعل البیانی

(۷) الفعل الامتثالی (التنفیذی) (۸) الفعل المتعدی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

(۹) مافعلهﷺ لانتظار الوحی وغیرہ میں تقسیم کیا ہے۔(۳)

مندرجہ بالا تقسیم سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریمﷺ کے اقوال وافعال کی پیروی اور تقلید کے لحاظ سے اصولیین نے فرق کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض معاملات ایسے ہیں جن کے بارے میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضورﷺ کی مختلف حیثیتوں کا تعین۔اصولیین وفقہاء کی آراء

علماء اصولیین اور فقہاء نے مندرجہ بالا افعال نبویﷺ کی اقسام سے نہ صرف کتب فقہ واصول فقہ میں تفصیلاً بحث کی ہے بلکہ ان کی فروعات کو زیر بحث لاتے ہوئے ہر فعل سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور آپؐ کے مختلف افعال کے واجب ،مندوب،مباح،مکروہ اور حرام وغیرہ ہونے کا تذکرہ کیا ہے مثلاً امام الحرمین الجوینی نے آپؐ کی فطری اور جبلی حرکات اور تصرف اعضاء (سکون،حرکت،قیام،قعود) وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ

فأما ماوردغیر مقترن بقول شاهد علیه فینقسم إلی الأفعال الجبلیة التی لایخلوذوالروح عن جمیعها کالسکون والحرکة والقیام والقعودوما ضاهاها من تغایر أطوار الناس فإذا ظهر ذلک فلا استمساک بهذا الفن من فعل رسول اللهﷺ۔(۴)

اسی طرح آپؐ کا اکل وشرب،انداز کلام اور چلنے پھرنے کا انداز،تو ایسے افعال کی پیروی محض مباح ہے۔امام غزالیؒ کے مطابق:

جملة الأفعال المعتادة من أكل و شرب وقیام وقعود واتکاء واضطجاع فلاحکم له أصلا (۵)

آپؐ کے فعل مجرد اور اس کی اتباع سے متعلق اختلافات اور مختلف دلائل کتب اصول فقہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔(۶)

اسی طرح سے آپؐ کے مخصوص اعمال اور امت کے حق میں ان کی حیثیت کے حوالے سے بھی بحثیں موجود ہیں علاوہ ازیں حضورؐ بطور قاضی ،بطور امام وحاکم اور بطور مجتہد وفقیہ کے ضمن میں بھی بحثیں کتب اصول فقہ کا حصہ ہیں۔رسول اللہﷺ کے جو تصرفات،فتاوی،رسالت اور تبلیغ سے متعلق ہیں وہ تو شریعت کا حصہ ہیں اور قیامت تک کے لیے ثابت شدہ ہوتے ہوئے امت کے لیے ان کی اتباع وپیروی ضروری ہے اور اس بات پر علماء اصولیین اور فقہاء کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ منصب رسالت کے طور پر جو حکم نبی کریمﷺ نے فرمایا وہ قیامت تک کے لیے شریعت کا حصہ بن گیا۔(۷) امام قرافی نے حضورؐ کے مختلف تصرفات اور ان کی حیثیت کے حوالے سے علماء کے اختلاف واتفاق کے ضمن میں چار قسمیں بیان کی ہیں لکھتے ہیں۔

فاعلم أن تصرفه علیه السلام ینقسم أربعة أقسام قسم اتفق العلماء علی أنه تصرفه بالامامة کالالقطاع واقامة الحدود و ارسال الجیوش و نحوها، وقسم اتفق العلماء علی أنه تصرف بالقضاء کالزام أداء الدیون وتسلیم السلع ونقد الثمان وفسخ الانکحة ونحوذلک وقسم اتفق العلماء أنه تصرف بالفتیا کا بلاغ الصلوة وأقامتها واقامة المناسک ونحوها وقسم وقع منه علیه السلام متردداً بین هذا الآقسام اختلف العلماء فیه علی أنحاء (۸)

(۱) پس یہ جان لیجئے کہ نبی کریمﷺ کے تصرفات کو چار اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

جاگیروں کی الاٹ منٹ، اقامت حدود اور ارسال جیوش وغیرہ جیسے امور آپؐ نے حاکم وامیر کی حیثیت سے انجام دیئے ہیں۔

(۲) اس قسم پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ قرض واپس دلانے، سامانِ تجارت کی سپردگی، قیمتوں کی تعین اور فسخِ نکاح وغیرہ جیسے معاملات کے متعلق آپؐ نے بحیثیت قاضی فیصلے صادر فرمائے۔

(۳) اس قسم پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ نمازوں کی تبلیغ اوران کی اقامت اور مناسک (حج) کا قیام اوراسی طرح دیگر امور آپؐ نے بحیثیت مفتی ارشاد فرمائے۔

(۴) آپؐ سے صادر ہونے والے افعال کی ایک قسم ایسی ہے جو ان اقسام (امام، قاضی اور مفتی) کے بین بین ہے علماء نے ان میں اختلاف کیا ہے۔

گویا شریعت کے بیشتر معاملات اور آپؐ کے اکثر اعمال وافعال کے متعلق علماء کا اتفاق ہے کہ امت کے لیے ان کی حیثیت کیا ہے، خاص طور پر عقائد، مکارم اخلاق، عبادات اور حلال وحرام وغیرہ۔ان چار چیزوں سے جن امور کا تعلق ہے وہ تو خالصتاً شرعی رہنمائی اور ہدایت کے معاملات ہیں جہاں تک دیگر امور اور آپؐ کی دیگر حیثیتوں اور مناصب کا تعلق ہے تو ان کا بھی مصدر ومآخذ رسول اللہﷺ کی ذات گرامی ہی ہے لیکن ان کے تعین میں فقہاء کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے اگرچہ حضورؐ کے اکثر فیصلے اور ارشادات بطور مبلغ شریعت اور ہدایت شریعت کے ہیں کیونکہ آپ کا اصل منصب یہی تھا اسی لیے امام قرافی نے لکھا کہ

الفتیا و التبلیغ أنه الغالب علی تصرفاته ﷺ لانه ﷺ رسول وهذا شأن الرسالة أعنی التبلیغ. (۹)

لیکن کچھ معاملات میں حکم وتصرف نبویﷺ کی شرعی حیثیت کے تعین میں فقہاء کا اختلاف ہے ذیل میں چند مثالیں اس ضمن میں پیش کی جاتی ہیں۔(۱۰)

(i) بنجر زمین کی آبادکاری کا مسئلہ:

بنجر زمین کی آبادی کاری کے حوالے سے رسول اللہﷺ نے فرمایا:

من أحیا أرضا میتة فهی له (۱۱)

''جس شخص نے بنجر زمین کو قابل کاشت بنایا وہ زمین اسی کی ملکیت ہوگی۔''

بنجر زمین کی کاشت اور اس کی ملکیت کے حوالے سے حضورﷺ کے مندرجہ بالا فرمان کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ (م-۱۵۰ھ) کی رائے یہ ہے کہ آپؐ نے یہ بیان بطور حاکم یا سربراہ ریاست کے فرمایا اور یہ فرمان صرف ریاست مدینہ کے شہریوں کے لیے تھا۔لہٰذا کوئی بھی شخص امام وحاکم یا حکمران کی اجازت کے بغیر کسی بنجر زمین کی آبادکاری کے ذریعہ اس پر ملکیت کا دعوی نہیں کرسکتا اگر کوئی حکومت کسی شخص کو اجازت دیتی ہے تو اس کی اجازت کے مطابق عمل ہوسکتا ہے ورنہ کسی کو حق حاصل

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

نہیں کہ وہ ایسی کسی بنجر زمین کو آباد کر کے اس کا مالک بن بیٹھے(۱۲)۔جبکہ امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ)اور امام محمد (م ۱۸۹ھ) رحمہا اللہ کے نزدیک محض آباد کرنے سے ملکیت ثابت ہوجاتی ہے امام کی اجازت شرط نہیں (۱۳)

صاحبین کے قول کی دلیل نبی کریم ﷺ کا مندرجہ ذیل ارشاد ہے۔

''من احیا ارضاً فھی لہ ولیس لعرق ظالم فیہ حق'' (۱۴)

جس شخص نے بے آباد زمین کو آباد کیا تو وہ زمین اس کی ملکیت ہوگئی اور کسی ظالم کے درخت بونے سے کچھ ظالم کا حق ثابت نہیں ہوتا۔جبکہ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا

''لیس لاحدکم الاماطابت بہ نفس امامہ'' (۱۵)

آدمی کے لیے نہیں ہے مگر وہ جس پر اس کا امام راضی ہو۔

حضرت عمرؓ بھی اپنی خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے۔(۱۶) اس رائے کے برعکس امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ آپ ؐکا یہ ارشاد منصب رسالت ونبوت کی حیثیت سے تھا اور اس فرمان کی روشنی میں بنجر زمین کی آبادکاری امام یا حکمران کی اجازت سے مشروط نہیں بلکہ ہر شخص کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ کسی بھی بنجر زمین کو آباد کر کے اس کا مالک بن جائے جس طرح کہ گھاس، جنگل کی لکڑیوں اور چراہ گاہوں سے استفادہ کرنا ہر شخص کے لیے جائز ہے اسی طرح بنجر زمین کی آبادی کاری بھی ہر شخص کے لیے جائز ہے۔(۱۷) البتہ امام مالک کے نزدیک شہری آبادی کے قریب زمینوں کی آبادکاری امام وحاکم کی اجازت سے مشروط ہوگی اور اگر شہری آبادی سے دور ہو تو وہاں اجازت کی ضرورت نہیں۔بعض حضرات نے کہا ہے کہ امام مالک کی دونوں باتوں کے درمیان تعارض نظر آتا ہے امام قرافی دفاع امام مالک میں فرماتے ہیں کہ امام مالک کا یہ قول کہ جو زمین شہری آبادی کے قریب ہو ان کی آبادکاری امام وحاکم کی اجازت سے مشروط ہوگی اس وجہ سے نہیں کہ ان کا مسلک یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بحیثیت حاکم تھا بلکہ امام مالک نے ایک دوسرے قاعدے کی بنیاد پر یہ فرمایا اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ آبادی کے قرب وجوار میں زمینوں کی آبادکاری کے بارے میں یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ ان کی آبادکاری کی وجہ سے کہیں شہر کی حفاظت تو متاثر نہیں ہو رہی (۱۸) اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شوہر اپنی بیوی کا نان ونفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو تو اس صورت میں نکاح فسخ کرایا جاسکتا ہے لہٰذا ہر وہ کام جس میں غور وفکر اور سوچ بچار کی ضرورت ہو ان امور کی انجام دہی کے لیے حکام کی اجازت ضروری ہے۔(۱۹) جبکہ حنبلی حضرات کے نزدیک جو زمین آباد کرے وہ اس کا مالک تصور کیا جائے گا اور آپ ؐکا قول عمومی ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے (۲۰) امام ابن حزم ظاھری نے آبادکاری زمین کو ملکیت کے لیے کافی قرار دیا ہے اور اس قول رسولؐ کو نص قرار دیتے ہوئے دیگر اصحاب کی مختلف آراء پر نقد کیا ہے اور خاص طور پر امام مالک کے قول اور ان کی طرف سے بیان کردہ تقسیم کو عجیب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں اصل یہی ہے کہ امام یا حکمران کی اجازت ضروری نہیں (۲۱) امام ابن حجرؒ نے قول جمہور بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بھی کسی مردہ زمین کو کسی بھی مقصد اور کسی بھی

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

غرض سے آباد کرلیتا ہے تو وہ اس کی ملکیت تصور ہوگی چاہے وہ زمین شہری آبادی کے قریب ہو یا اس سے دور۔(۲۲)

(ii) ہند بنت عتبہ کا قضیہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اور حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی ہند بنت عتبہؓ نے اپنے قبول اسلام کے بعد حضورﷺ کے سامنے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی کہ وہ ان کو اور ان کے بچوں کو ضروریات کے مطابق خرچ نہیں دیتے اور ہاتھ روک کر خرچ کرتے ہیں اور کنجوسی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو آپؐ نے اس موقع پر فرمایا

خذی مایکفیک وولدک بالمعروف (۲۳)

اس کے مال میں سے اپنے اور بچوں کے اخراجات کے لیے معروف طریقہ کے مطابق بقدر ضرورت لے سکتی ہو۔

ہند کی شکایت کے جواب میں آپؐ کے مندرجہ بالا قول کو بعض علماء نے آپؐ کے فتوی پر محمول کیا جبکہ کچھ نے یہ کہا کہ یہ فرمان آپؐ نے بطور ایک قاضی ارشاد فرمایا۔ امام ابن حزمؒ اس قول کو بیان شریعت قرار دے کر اس کے عموم کے قائل ہیں اور تمام بیویوں کے لیے بغیر اجازت نان ونفقہ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں (۲۴) امام ابن قیم (۷۵۱ھ) نے بھی ہند کے حوالے سے آپؐ کے فرمان کو فتوی قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

فهذه فتيا لاحكم، إذلم يدع بأبى سفيان، ولم يسأله عن جواب الدعوى، ولاسألها البينة'(۲۵)

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بیوی اپنے شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے ساتھ یا اس کی اجازت کے بغیر مال لے سکتی ہے اگر شوہر اسے خرچ نہیں دیتا اور اس ضمن میں وہ حدیث ہند سے استدلال کرتے ہیں (۲۶) امام یحیی بن شرف النووی (۶۷۶ھ) نے اس کو فتوی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ

''ولأصح انه كان افتاء'' (۲۷)

بعض حضرات نے یہ کہا کہ حضورﷺ نے یہ بات قاضی کے طور پر فرمائی اور یہ ایک فیصلہ تھا جو آپؐ نے فریقین کے درمیان فرمایا لیکن حنفی فقہاء نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ حضرت ابوسفیان کا مؤقف سنے بغیر آپؐ ان کے خلاف کیسے فیصلہ فرما سکتے ہیں کیونکہ حضرت ابوسفیان اس وقت مکہ میں موجود تھے آپؐ نے ان کو بلا کر نہ تو ان سے وضاحت مانگی اور نہ ان کو اپنی صفائی کا موقع دیا اور نہ ہی ہند بنت عتبہ سے گواہ اور شہادت طلب کی اور قضاء میں اصول یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ شہر میں موجود ہو تو اسے آگاہ کیے بغیر اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دیا جا سکتا جیسا کہ کچھ حنفیوں کا مؤقف ہے (۲۸) ابن قیم بھی کچھ اسی قسم کی رائے رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وقد احتج بهذا على جواز الحكم على الغائب، ولادليل فيه، لأن أباسفيان كان حاضراً فى البلد لم يكن مسافراً، والنبى ﷺ لم يسألها البينة، ولايعطى المدعى بمجرد دعواه، وإنما كان هذا فتوى منه ﷺ (۲۹)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

بعض علماء شافعیہ نے ہند بنت عتبہ کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ قاضی کسی غائب شخص کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے۔(۳۰) اوراسی طرح قاضی اپنی معلومات کی بناء پر کسی شخص کے حق میں فیصلہ دے سکتا ہے۔(۳۱) حدیث ہند سے بعض فقہاء نے یہ استنباط کیا کہ جب قرض خواہ کے لیے اپنے مقروض سے قرضہ لینا مشکل ہوجائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ موقع ملنے پر وہ قرض دار کے مال میں سے کسی حیلہ سے اپنا پورا حق یا اس کی اصل وصول کرسکتا ہے اور قاضی کے فیصلہ کی اس میں ضرورت نہیں(۳۲) جبکہ بعض حضرات نے اس پر اعتراض وارد کرتے ہوئے اس استنباط کو حدیث

''ادالأمانة الی من ائتمنک ولاتخن من خانک'' (۳۳)

جس نے تمہارے پاس امانت رکھی اسے امانت ادا کردو اور جس نے تمہاری ساتھ خیانت کی تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔

کے مخالف ومعارض قرار دے کر رد کردیا اس مسئلہ کو مسئلۃ الظفر کہتے ہیں۔(۳۴) علامہ خطابی نے معالم السنن میں اس مسئلہ میں تعارض کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حقیقت میں ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں، کیونکہ خائن وہ شخص ہوتا ہے جو کسی ایسی چیز کو ظلم وزیادتی سے لینا چاہتا ہو جو اس کا حق نہ بنتا ہو اور یہاں جس شخص کو یہ اجازت دی گئی ہے وہ غاصب کے ظلم وزیادتی سے بچنے کی غرض سے اپنا جائز حق کسی بھی حیلہ سے وصول کرسکتا ہے۔ یہ طرز عمل خیانت کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ یہاں تو وہ شخص اپنا حق وصول کرنا چاہتا ہے اور خیانت میں تو دوسرے کا حق ظلم وزیادتی کے ساتھ غصب کیا جاتا ہے۔(۳۵)

امام ابن حجرؒ اس مسئلہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ قصہ مکہ میں تھا اور ابوسفیان وہاں موجود نہ تھے چنانچہ غائب پر قضاء نہیں ہوتی اس لیے یہ فتوی تھا اور جہاں تک امام بخاری کا تعلق ہے تو ان کی مراد یہ نہیں کہ قصہ ہند ابوسفیان پر قضاء تھی بلکہ انہوں نے اس قصہ سے غائب پر قضاء کے درست ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اجازت کے بغیر قرض خواہ کا قرض دار کے مال میں سے اپنا حق وصول کرنے کے حوالے سے ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی دو جہتیں ہیں اگر یہ فتوی تھا تو مال لینا یا اپنا حق وصول کرنا جائز ہے اور اگر قضاء تھی تو قاضی کی اجازت کے بغیر جائز نہیں اور ترجیح اس بات کو دی کہ یہ فتوی تھا۔(۳۶) امام ابوثور، امام شعبی، عکرمہ، ابن سیرین نخعی، امام مالک اور امام شافعی وغیرہ مسئلۃ الظفر میں جواز کے قائل ہیں جبکہ مجاھد، عطا، الخراسانی، اور امام احمد ہر حال میں اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔(۳۷)

(iii) کافر مقتول کا سلب

رسول اللہ ﷺ کے اقوال وارشادات میں سے ایک اہم فرمان، جو فقہاء کے درمیان زیر بحث رہا اور اس فرمان کو فقہاء نے آپؐ کی مختلف حیثیتوں پر محمول کیا، کافر مقتول کے سلب کے حوالے سے ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''**من قتل قتیلاله علیه بینة فله سلبه**'' (۳۸)

جس نے کسی دشمن کو قتل کیا تو اس دشمن کا تمام ساز وسامان قتل کرنے والے کا ہوگا۔

مندرجہ بالا ارشاد حضور ﷺ نے غزوہ حنین سے قبل فرمایا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

یہ فرمان بطور سپہ سالار کے تھا اور یہ آپ ؐ کا اختیار تھا اور غنیمت پوری جماعت کا حق ہے اور کوئی بھی قتل کرنے والا امام رسپہ سالار کے اذن کے بغیر سلب نہیں لے سکتا۔

امام ابوحنیفہ کا نقطہ نظر واضح کرتے ہوئے صاحب بدائع الصنائع اس حوالے سے لکھتے ہیں:

وأما الحديث فلاحجة له فيه لأنه يحتمل أنه نصب ذلك القول شرعاً و يحتمل أن يكون نصبه شرطا و يحتمل أنه نفل قوماً بأعيانهم فلايكون حجة مع الاحتمال نظيره قوله عليه الصلاة والسلام من أحيا أرضاً ميتة فهي له أنه لم يجعله أبوحنيفة حجة لملك الارض المحياة بغيرإذن الإمام لمثل هذاالاحتمال(۳۹)

امام شافعی، امام ابوثور اور امام اسحٰق فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کا تعلق حکم سے نہیں بلکہ جس طرح آپؐ کے اکثر و بیشتر ارشادات کا تعلق فتاوی سے ہے اس طرح اس حکم کی نوعیت بھی یہی ہے۔لہٰذا امام وحاکم کی اجازت کے بغیر بھی اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو دوران جنگ قتل کرتا ہے تو وہ اس کے تمام ساز وسامان کا حق دار ہے۔(۴۰) جبکہ امام مالک اس مسئلہ میں یہ رائے دیتے ہیں کہ آپ ؐ کا یہ فرمان بطور ایک حاکم کے تھا۔چنانچہ جنگ سے پہلے کسی بھی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ امام وحاکم کی اجازت کے بغیر سلب کو اپنے لیے مختص کرے۔

امام قرافی فرمان رسول"من قتل قتيلا" کے حوالے سے امام مالک کا مؤقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال مالک هذا تصرف بالإمامة فلا يستحق أحدسلبا إلابإذن الإمام (۴۱)

ابن رشد امام مالک کا اس حوالے سے نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فقال مالک: لايستحق القاتل سلب المقتول إلاإن ينفله له الإمام على جهة الاجتهاد وذلک بعد الحرب،." (۴۲)

بعض حضرات کے لیے امام مالک کی رائے حیران کن ہے کیونکہ اگر ہند بنت عتبہ والے معاملے اور بنجر زمین کی آبادکاری میں ان کی رائے دیکھی جائے تو اس مسئلہ کے حوالے سے امام صاحب کی رائے مختلف ہے اور دونوں میں تعارض ہے (ہند بنت عتبہ اور بنجر زمین کی آبادکاری کے سلسلے میں امام مالک نے حضورﷺ کے فرمان کو فتوی پر محمول کیا ہے جبکہ سلب مقتول کے معاملہ میں آپؐ کے فرمان کو حکم پر محمول کیا ہے) کئی مالکی فقہاء نے اس بات کا جواب دینے کی کوشش کی۔امام قرافی مالکی اس رائے کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عام اجازت دینے سے ہوسکتا ہے کہ مجاہدین کے اخلاص میں فتور آجائے اور محض مال غنیمت کے حصول کے لیے لڑیں نہ کہ اسلام اور حق کی خاطر اور ایسا بھی ممکن ہے کہ مسلمان ایسے کفار کو قتل کرنے پہ در پے ہوں جن کے پاس مال ودولت زیادہ ہو اس وجہ سے فوج میں بددلی اور بزدلی پیدا ہوسکتی ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مسلمان مجاہدین کفار کے پاس سلب کم ہونے کی بنیاد پر لڑنے سے ہی گریز کریں لہٰذا ان وجوہات کی بنیاد پر امام مالکؒ کا نقطہ نظر اور رائے درست ہے اور اگر امام اور حاکم کو کوئی مصلحت نظر آئے تو وہ مجاہدین کو اس طرح کی پیش کش کرسکتا ہے۔(۴۳) امام

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

احمد بن حنبلؒ کے نزدیک قول رسولؐ عمومی ہے (۴۴) جبکہ امام سرخسی نے بھی اس حوالے سے تفصیلی گفتگو کی ہے اور لکھا ہے کہ

''أن القاتل لایستحق السلب بالقتل عندنامن غیر تنفیل الامام''(۴۵)

''ہمارے نزدیک قاتل سلب کا حق دار نہیں جب تک کہ امام مال غنیمت تقسیم نہ کرے۔''

امام ابن حزم ظاہری قول رسول ﷺ کے ظاہری پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے اور اس میں تخصیص پیدا نہیں کی جائے گی امام صاحب نے ابو محمد کی دلیل نقل کی ہے جس میں انہوں نے آیت قرآنی۔

﴿وَ مَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ﴾(۴۶)

''اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔''

سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں بھی پیغمبر علیہ السلام نے ''من قتل قتیلا لہ علیہ بینة فلہ سلبہ'' فرما کر فیصلہ فرما دیا ہے اس لیے اب ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ ہم اسے امام کی اجازت کے ساتھ مشروط کریں۔(۴۷)

سابق صفحات میں بیان کردہ اصولیین کی افعال نبوی کی تقسیم اور فقہاء کی طرف سے آپؐ کی حیثیتوں کا تعین بہت بنیادی اہمیت کا معاملہ ہے کیونکہ اگر افعال نبویؐ کی تقسیم اور کسی قول رسولؐ اور فعل رسولؐ کی معروضی حیثیت پر نظر نہ ہو تو سیرت سے استنباط مسائل کے ضمن میں غلط انداز فکر بھی اپنایا جا سکتا ہے۔فقہاء نے جن مسائل میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور جس طرح حضورؐ کے مختلف اقوال وارشادات اور افعال وتصرفات کی حیثیت کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے وہ مقاصد شریعت، دلائل شریعت، آنے والے زمانے کے تقاضوں اور سب سے بڑھ کر خلوص نیت پہ مبنی ہے۔فقہاء اور اصولیین کی اس کوشش سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ آپؐ کے بعض افعال کا تعلق سیاست شرعیہ کے ساتھ ہے بعض افعال کا تعلق مسلمانوں کے معاشرتی وریاستی معاملات کے ساتھ ہے، کچھ معاملات کا تعلق آپؐ کے قضاء کے ساتھ ہے، کچھ معاملات کا تعلق آپؐ کی حیثیت شخصی جبکہ کچھ کا تعلق آپؐ کی حیثیت نبوی سے ہے۔۴۸ جبکہ بعض چیزیں آپؐ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں، گویا آپؐ کی ذات میں منصب رسالت، منصب فتاوی، منصب امامت اور منصب قضاء سب جمع ہیں اسی لیے بعض افعال مباح کا فائدہ دیتے ہیں، بعض سنت کا اور بعض وجوب کا، جبکہ کچھ امر اور کچھ نہی کا۔لیکن ان تمام افعال کی تقسیم اور حیثیت کا تعین کرنا ہر شخص کا حق نہیں بلکہ اس کے لیے دین کے ضروری امور کا علم ہونا ضروری ہے سعید حوی افعال نبویؐ کی تقسیم اور ان کی دلالت کے حوالے سے گفتگو کا حق ایسے شخص کو دیتے ہیں جو کہ مجتہد ہو اور نصوص کا علم رکھتا ہو۔لکھتے ہیں:

ولاشک أن بعض أفعال رسول اللہ ﷺ ینطبق علیہ وصف السیاسة الشرعیة، وبالتالی فبعض أفعالہ جزء من السیاسة الیومیة التی کان یفعلها رسول اللہ ﷺ بحکم إدارتہ لشؤون المسلمین. ولکن هل کل أحد مرشح لأن یقول عن أفعال رسول اللہ ﷺ إن هذا یفید السنیة، وهذا یفید الوجوب؟ وهل کل إنسان مرشح لأن یقول: هذا من السیاسة الیومیة وهذا من التشریع الدائم؟...... لایستطیعها إلا مجتهد استشرف نصوص الکتاب والسنة واستوعب الکلیات والجزئیات.(۴۹)

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

مباحث مذکورہ بالا کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ سیرت سے استنباط کے لیے سیرت کی مختلف جہات پہ نظر رکھنا بہت ضروری ہے اور فقہ السیر ۃ کا ایک اہم جزء ہے اگر اس امر سے صرف نظر کیا جائے گا تو بنیادی طور پر سیرت کی مقصدیت کا انکار لازم آئے گا۔ لہٰذا سیرت کے عہد میں زندہ رہنے کے لیے سیرت کی تمام جہات پر نظر رکھنا لازم ہے اور ساتھ ساتھ اس بات کا احساس ہر وقت موجود رہنا چاہیے کہ آپؐ امام الاعظم، قاضی الأحکم، مفتی الأعلم اور افضل الرسل ہیں۔

خلاصۂ بحث:

مباحث مقالہ کو درج ذیل نکات کی صورت میں مختصراً بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اصولیین نے افعال نبوی کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے مثلاً افعال جبلی، افعال عادی، امور دینیہ، معجزات، خصائص نبویہ، بطور قاضی آپؐ کے فیصلے اور بطور حکمران وسربراہ ریاست ذات مبارکہ سے صادر احکام وغیرہ

(۲) آپؐ نے جو امور بشری تقاضوں کے تحت سرانجام دیئے فقہاء واصولیین کے نزدیک ان کی اتباع واطاعت کے لیے اصلاً کوئی حکم نہیں۔

(۳) فقہاء واصولیین کے نزدیک اس میں شک نہیں کہ آپؐ کے بیشتر احکام وتصرفات اور ارشادات کا تعلق تبلیغ ورسالت سے ہے جن کی پیروی ضروری ہے خاص طور پر عقائد، مکارم اخلاق، عبادات اور حلال وحرام وغیرہ۔

(۴) آپؐ نے بطور حکمران وسربراہ کچھ احکامات دیئے۔ فقہاء نے اس حوالے سے اپنا اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے مثلاً ''من احیاأرضا میتة فهی له''۔ کسی نے اس کو حکم عام قرار دیا تو کسی نے خاص۔

(۵) کچھ معاملات میں آپؐ نے فریقین کے درمیان کوئی تصفیہ فرمایا جن کا تعلق فریقین سے تھا۔ فقہاء کا اس میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ''خذی مایکفیک وولدک بالمعروف'' کو بعض فقہاء نے فریقین کے درمیان آپؐ کا ایک فیصلہ قرار دے کر حکم خاص تک محدود رکھا ہے جبکہ بعض فقہاء نے اس کو حکم عام قرار دیا ہے۔

(۶) فقہاء واصولیین کے نزدیک آپؐ سے صادر احکام وتصرفات اپنی نوعیت کے اعتبار سے منصب رسالت، منصب امامت، منصب فتویٰ اور منصب قضاء سے متعلق ہیں اس لیے بعض افعال مباح کا فائدہ دیتے ہیں، بعض سنت کا، بعض وجوب کا، جبکہ کچھ افعال امر اور کچھ نہی کا۔

(۷) افعال واقوال واحکام وتصرفات رسول ﷺ سے استنباط احکام کے لیے آپؐ کی حیثیت نبوی وحیثیت شخصی کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

(۸) استنباط احکام اور آپؐ کے فعل کی شرعی حیثیت کے تعین کا اختیار صرف نصوص کی کلیات وجزئیات سے واقف شخص کو ہی دیا جاسکتا ہے۔

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

حواشی وحوالہ جات

۱۔ اس حوالے سے تفصیلی بحث مندرجہ ذیل کتب اصول فقہ میں دیکھئے:

(i) الآمدی، سیف الدین أبی الحسن علی بن ابی علی بن محمد، (م ۶۳۱ھ)، الاحکام فی أصول الاحکام، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، ۱/۲۵۰۔۲۴۷

(ii) الجوینی، عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف أبی المعالی، الامام الحرمین (م۴۷۸ھ)، البرھان فی اصول الفقہ، طبع علی نفقۃ صاحب السمو الشیخ خلیفہ بن حمد آل ثانی أمیر دولۃ قطر، ۱۳۹۹ھ، ۱/۴۸۷

(iii) زرکشی، بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ (۷۹۴ھ)، البحرالمحیط فی اصول الفقہ، الکویت، وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامی، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲م، ۴/۸۱۔۱۷۶

(iv) السرخسی، محمد بن احمد بن أبی سھل، ابوبکر، (۴۸۳ھ)، اصول السرخسی، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸م، ۲/۹۰۔۸۶

(v) الشوکانی، محمد بن علی، الحافظ الامام، (۱۲۵۰ھ)، ارشادالفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، تحقیق، الدکتور شعبان محمد اسماعیل، القاھرہ، مطبعۃ المدنی ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء، ۱/۱۶۷۔۱۶۵

(vi) صدیق حسن خان، السید (م۱۳۰۷ھ)، حصول المامول من علم الاصول، مصر، مطبعۃ مصطفی محمد صاحب المکیہ التجاریۃ بشارع محمد علی، ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۷ء، ص ۴۱۔۴۰

(vii) أبی شامہ، محمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل، شہاب الدین (۶۶۵ھ)، علم الاصول فیما یتعلق بافعال الرسول، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۲۶ھ، ص ۸۱۔۸۷

(viii) صدیقی، محمد سعد، ڈاکٹر، سنت، مشمولہ: علم اصول فقہ۔ایک تعارف، مرتبہ: ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۶ء، ۱/۲۰۷۔۲۱۰

۲۔ شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم المحدث الدھلوی (۱۱۷۶ھ)، حجۃ اللہ البالغۃ، کراچی، قدیمی کتب خانہ آرام باغ۔(س ن)، ۱/۲۹۴۔۲۹۶ شبلی نعمانی، علامہ (۱۹۱۴ء)، سیرۃ النبی، لاھور، الفیصل ناشران اردو بازار، ۱۹۹۱ء، ۴/۵۷

۳۔ الأشقر، محمد سلیمان، افعال الرسول ﷺ ودلالتھا علی الأحکام الشرعیۃ، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶م۔ص ۲۱۳

۴۔ (i) الجوینی، البرھان فی اصول الفقہ ۱/۴۸۷

(ii) الشوکانی، ارشادالفحول، ۱/۱۶۵

(iii) الزرکشی، البحرالمحیط فی اصول الفقہ، ۴/۱۷۶

(iv) الفراء البغدادی، محمد بن الحسین، قاضی أبی یعلی، (م ۴۵۸ھ)، العدۃ فی اصول الفقہ، تحقیق وشرح، الدکتور أحمد بن علی سیر المبارکی، الریاض، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، ۱/۵۳۴

۵۔ الغزالی، محمد بن محمد ابوحامد، امام (۵۰۵ھ)، المنخول من تعلیقات الأصول، تحقیق، الدکتور محمد حسن ھیتو، دمشق، دارالفکر، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، ص ۲۲۵

۶۔ اس حوالہ سے دیکھئے:

(i) الشوکانی، ارشادالفحول، ۱/۱۶۶

(ii) الزرکشی، البحرالمحیط فی اصول الفقہ، ۴/۱۸۰

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

(iii) الفراء، العدۃ فی اصول الفقہ، ۴۸/۳ے

۷۔ احکام وتصرفات رسول ﷺ بطور حاکم، بطور قاضی اور بطور مفتی ومبلغ رسالت کے بیان اور تقسیم کے لیے دیکھئے:

(i) القرافی، شہاب الدین أبو العباس احمد بن ادریس (۶۸۴ھ)، الاحکام فی تمیز الفتاویٰ عن الاحکام وتصرفات القاضی والامام، مطبعۃ الأنوار، ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸م ص ۲۷

(ii) ایضاً، الذخیرہ، بیروت، دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۴ء، ۱۵۷/۶

(iii) ایضاً، الفروق وبہامش الکتابین تہذیب الفروق والقواعد السنیۃ، بیروت، دار المعرفۃ، (س ن)، ۲۰۶/۱

(iv) ابن القیم، شمس الدین أبی عبداللہ محمد بن ابی بکر بن أیوب الجوزیۃ (۷۵۱ھ)، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون، ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء، ۴۲۹/۳

۸۔ القرافی، الاحکام فی تمیز الفتاویٰ عن الاحکام وتصرفات القاضی والامام، ص ۲۶/ القرافی، الفروق ۲۰۶/۱، ۳۷۳/۴

۹۔ القرافی، احمد بن ادریس الصنہاجی، ابو العباس (م ۶۸۴ھ)، أنوار البروق فی أنواء الفروق ومعہ إدرار الشروق علی أنواء الفروق و بحاشیۃ الکتابین، تہذیب الفروق والقواعد السنیۃ فی الأسرار الفقہیۃ، بیروت۔لبنان، دار الکتب العلمیۃ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء، ۱۹/۳

۱۰۔ احکام وتصرفات رسول ﷺ کے حوالے سے امام قرافی نے اپنی کتب ''الاحکام فی تمیز الفتاوی''، ''الفروق'' اور ''الذخیرہ'' وغیرہ میں اچھی بحث کی ہے اس ضمن میں امام قرافی کی پیش کردہ مثالوں کی بنیاد پر ہی بحث کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ دیکھئے:

(i) الاحکام فی تمیز الفتاوی، ص ۲۶۔۲۹

(ii) الفروق، ۲۰۶/۱۔۲۰۹

(iii) الذخیرہ، ۱۵۷/۶۔۱۵۸

۱۱ دیکھئے:

(i) سنن ابوداؤد، کتاب الخراج، باب فی احیاء الموات، رقم الحدیث ۔۳۰۷۵

(ii) سنن الترمذی، ابواب الاحکام، باب ماذکر فی احیاء ارض الموات، رقم الحدیث ۱۳۷۹

(iii) مسند امام احمد بن حنبل، مسند جابر بن عبداللہ الانصاری، رقم الحدیث ۱۴۶۷۷، ۳۳۸/۳

(iv) زیلعی، عبداللہ بن یوسف بن محمد (۷۶۲ھ)، نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ، لاہور، دارنشرا لکتب الاسلامیۃ، ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء، ۲۸۸/۴

(v) القرشی، یحییٰ بن آدم، الخراج، لاہور، المکتبۃ العلمیۃ۔ ۱۳۹۵ھ۔ص ۹۲

(vi) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (۱۸۲ھ)، کتاب الخراج، طبعۃ بولاق۔۱۳۰۲ھ، ص ۷۹

۱۲۔ الکاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود، (م ۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی۔۱۴۰۰ھ

۱۳۔ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن احمد، (۸۵۲ھ)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، لاھور، دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ۱۸/۵

۱۴۔ ابن نجیم، زین الدین (۹۷۰ھ)، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی (س۔ن)، ۲۱۰/۸

۱۵۔ السرخسی، کتاب المبسوط ۱۶/۳

۱۶۔ القاسم بن سلام، ابوعبید (۲۲۴ھ)، کتاب الاموال، سانگلہ ہل، پاکستان، المکتبۃ الاثریہ۔ص ۲۸۶

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۷۔ الشافعی، محمد بن ادریس (۲۰۴ھ)، الام، بیروت، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر ۔۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء۔۷/۲۳۰/ابن قدامہ، المغنی، ۵۹۶

۱۸۔ القرافی، الفروق ۱/۲۰۸/القرافی، الذخیرۃ، ۵۸/۶۔۱۵۷

۱۹۔ القرافی، الاحکام فی تمیز الفتاوی عن الاحکام وتصرفات القاضی والامام، ص۔۱۲الفروق ا/۲۰۷

۲۰۔ دیکھیئے:

(i) ابن قدامہ، المغنی، ۹۷/۵۔۵۹۶

(ii) شربینی، محمد الخطیب، (۹۷۷ھ) مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنھاج، بیروت، دار الفکر (س۔ن) ۳۶۱/۲

(iii) ابن قدامہ، موفق الدین وشمس الدین (۶۸۴ھ)، المغنی والشرح الکبیر علی متن المقنع، بیروت، دار الفکر ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴۔۱۶۵/۶

۲۱۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید (۴۵۶ھ)، المحلی، بیروت، لجنۃ احیاء التراث العربی۔(س ن) ۳۵/۸۔۲۳۳

۲۲۔ ابن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۱۸/۵

۲۳۔ (i) صحیح البخاری، کتاب النفقات، باب اذا لم ینفق الرجل للمرأۃ أن تاخذ بغیر علمہ ما یکفیھا وولدھا بالمعروف، رقم الحدیث، ۵۰۴۹

(ii) صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب قضیۃ ھند، رقم الحدیث ۴۵۵۴

(iii) سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، قضاء الحاکم علی الغائب اذا عرفہ، رقم الحدیث ۵۹۸۲

(iv) مسند امام احمد، رقم الحدیث ۲۴۱۶۳

(v) سنن ابوداؤد، کتاب البیوع، باب الرجل یاخذ حقہ من تحت یدہ، رقم الحدیث، ۳۵۳۴

۲۴۔ ابن حزم، المحلی، ۹۲/۱۰ ۲۵۔ ابن قیم، زاد المعاد ۴۲۹/۳

۲۶۔ ابن قدامہ، المغنی ۱۶۱/۸

۲۷۔ النووی، یحیٰی بن شرف (م ۶۷۶ھ)، المنھاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج (شرح النووی علی صحیح مسلم) ۸/۱۲

۲۸۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۵۱۰/۹ ۲۹۔ زاد المعاد۔۴۴۹/۵

۳۰۔ الخطابی، حمد بن محمد، ابوسلیمان (۳۸۸ھ)، معالم السنن شرح أبی داؤد، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔۱۵۰/۳

۳۱۔ السرخسی، کتاب المبسوط، ۲۹/۱۱/البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی (۴۵۸ھ)، معرفۃ السنن والآثار، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، (س۔ن) ۳۶۹/۷

۳۲۔ الشافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس (۲۰۴ھ)، الام، دار الشروق، (س ن) ۹۰/۵

۳۳۔ (i) سنن ابوداؤد، کتاب البیوع، الرجل یاخذ حقہ من تحت یدہ، رقم الحدیث، ۳۵۳۶

(ii) جامع الترمذی، کتاب البیوع، باب۔ رقم الحدیث ۱۲۶۴

(iii) مسند امام احمد بن حنبل، حدیث رجل عن النبی ﷺ، رقم الحدیث ۱۵۴۶۲، ۴۱۴/۳

۳۴۔ مسئلۃ الظفر کی تعریف کرتے ہوئے ابن حجر کہتے ہیں:

”......أن من له عند غيره حق وهو عاجز عن استيفائه جازله أن يأخذ من ماله قدر حقه بغير إذنه وهو قول الشافعي و جماعة و تسمى مسألة الظفر (دیکھیے: فتح الباری ۵۰۹/۹)

۳۵۔ خطابی، معالم السنن، ۱۶۸/۳

۳۶۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۱/۹۔۵۱۰

۳۷۔ ابن اللحام، أبی الحسن علاء الدین (۸۰۳ھ)، القواعد والفوائد الاصولیۃ وما یتعلق بھا من الاحکام الفرعیۃ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ،

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.

۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء ص۔ ۳۰۸-۳۱۰

۳۸۔ (i) سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب السلب یعطی القاتل، رقم الحدیث ۲۷۱۹

(ii) جامع الترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فیمن قتل قتیلا فلہ سلبہ، رقم الحدیث ۱۵۶۲

۳۹۔ الکاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود (۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۰ھ، ۱۱۵/۷

۴۰۔ ابن رشد، محمد بن احمد بن محمد (۵۹۶ھ)، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، لاھور، اسلامک پبلشنگ ہاؤس ۲۹۰/۱

۴۱۔ القرافی، الذخیرہ، ۱۵۷/۶

۴۲۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ۲۹۰-۹۱/۱

۴۳۔ القرافی، الفروق ۲۰۸-۲۰۹/۱

۴۴۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن محمد المقدسی (۶۴۰ھ)، المغنی لابن قدامہ، الریاض، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ۳۸۸/۸

۴۵۔ السرخسی، کتاب المبسوط، ۴۷/۱۰

۴۶۔ الاحزب: ۳۶

۴۷۔ ابن حزم، علی بن احمد بن سعید، أبی محمد، (۴۵۶ھ)، المحلی، بیروت، لجنۃ احیاء التراث العربی، (س ن)، ۳۴۰/۱۰

۴۸۔ حضورؐ کی حیثیت شخصی وحیثیت نبوی کے حوالے سے مولانا مودودیؒ کے ہاں بھی بہت عمدہ علمی وفکری بحث ملتی ہے۔ (دیکھئے، مودودی، ابوالاعلی، سیرت سرور عالم، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء، ۲۸۲/۱-۲۸۸)

۴۹۔ سعید حوی، السیرۃ النبویۃ، القاھرۃ، دارالسلام۔ ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹م ۱۳۱/۱

An evaluation version of novaPDF was used to create this PDF file.
Purchase a license to generate PDF files without this notice.